1

ریاست: جبر یا دھونس؟

’’جبر‘‘ دلیل کے ساتھ ہو تو برحق ہے۔ ہر ریاست ہوتی ’’جبر‘‘ ہے البتہ ’’حق‘‘ نظر آنے کےلیے وہ اپنے وجود کی دلیل بھی دینے کی کوشش کرتی ہے۔ تاہم جسے وہ ’دلیل‘ کہتی ہے وہ نرا ’’دعویٰ‘‘ ہوتا ہے۔ ہاں اس کا نام دھونس ہے۔

ہر ریاست ایک طرح کا جبر ہوتی ہے؛ اور یہ ’’جبر‘‘ ایک خاص دائرہ کے اندر انسانی اجتماعی زندگی کی ضرورت ہے۔ عقلاء کا اس پر کوئی اختلاف نہیں۔ یہاں جتنا بھی بحث و آراء آپ دیکھیں گے وہ اِس ’’جبر‘‘ کی اصولی ضرورت پر نہیں۔ سب جدل اُس ’’دلیل‘‘ کے گرد ہے جہاں سے اِس ’’جبر‘‘ کو اپنے لیے جواز پانا ہوتا ہے؛ یعنی کوئی ’’جابر‘‘ ہے تو کیوں اور ’’مجبور‘‘ ہے تو کیوں؟ کوئی کسی کے جان و مال میں متصرف ہے تو کیوں؟ نیز یہ جدل اُن حدود و قیود کے گرد ہے جن کا اِس ’’جبر‘‘ کو پابند رہنا ہوتا ہے۔

البتہ یہ کچھ غیراختتام پذیر بحثیں ہیں۔ یہاں بےشمار فلسفے پیش کر لیے گئے اور بےشمار فلسفے وہ لوگ آکر پیش کریں گے جو ابھی اِس جہان میں نہیں آئے۔ غرض ایک بات کی ضرورت دنیا میں ہمیشہ سے ہے، مگر اُس ضرورت کو پورا کرنے کی ’’دلیل‘‘ اور ’’حدود و قیود‘‘ سے متعلق کوئی بات آج تک بنی نوع انسان کے مابین سرے نہیں لگی اور نہ قیامت تک اِس کا امکان ہے!

البتہ ’’جبر‘‘ اپنی ضرورت منواتا؛ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا!

پھر یہ ایک سنگین معاملہ ہے۔ کسی جائز بنیاد اور کسی عادلانہ حدود و قیود کے بغیر یہ ’’جبر‘‘ ہی ’’ظلم‘‘ میں بدل جاتا ہے۔ انسانی زندگی میں روزِ اول سے یہ ’’ظلم‘‘ بےحدوحساب ہو رہا ہے؛ اور یہ اتنا سارا ظلم اپنے حساب کےلیے بلاشبہ ایک حشر کا متقاضی ہے۔

یعنی ’’جبر‘‘ ضرورت بھی ہے، اور اگر یہ حق پر ہو تو اِسی کو ’’عدل‘‘ بھی کہیں گے، لیکن کسی دستورِ حق کی غیرموجودگی میں اِس سے بڑا ’’ظلم‘‘ بھی کوئی نہیں ہے۔

پس اصل ’’پائیدار‘‘ جبر دنیا میں وہ ہے جس کا میدان عقول ہوں... اور جس کے ہتھکنڈے کالج، یونیورسٹیاں، اعلیٰ تحقیقاتی ادارے، دماغوں کو ’ٹیون‘ tune کرنے والے آلاتِ ابلاغ اور ادبیات ہوں

نہ ایک چیز کے ہوئے بغیر چارہ.. اور نہ اس کو حق کا پابند رکھے بغیر کوئی مفر!

’’**حق**‘‘.. جس کے تعین پر انسانوں کے مابین معرکۂ آراء ہے؛ اور جس کا سِرا انسانی بحثوں کے الجھاؤ میں گم ہو جاتا ہے! اِسکو جتنا ڈھونڈو یہ اتنا الجھتا ہے؛ سوائے یہ کہ آدمی کو ’’ہدایت‘‘ مل جائے۔

انسانوں کے یہ نزاعات جن میں یہ قیامت تک بحث کر سکتے ہیں (جبکہ یہ وہ نزاعات ہیں جن میں کوئی فیصلہ کن بات لوگوں کو قیامت سے پہلے ان کی اِسی دنیا میں درکار تھی!)... انسانوں کے یہ نزاعات سرے لگانے کےلیے کوئی ’’حوالہ‘‘ متصور نہیں ہے سوائے اِس ایک بات کے کہ خدائے دانا کوئی پیغمبر بھیج کر خود اپنے فرمان سے ان کا فیصلہ کر دے۔ جس کے بعد یہ جھگڑا آراء کا نہ رہے،؛[[1]](#footnote-1) بلکہ **یہ جھگڑا ایک ’’فیصلہ کردینے والی بات‘‘ اور ’کبھی فیصلہ نہ کر پانے والی باتوں‘ کے مابین ہوجائے**۔ یعنی ایمان اور کفر۔

پس کسی نظریہ پر ایک جبر (جدید زبان میں: ’’سٹیٹ‘‘) کھڑا کر لیا جانا اس کو حق ہونے کی سند نہیں دیتا، خواہ وہ روسو کا نظریہ ہو یا ہابس، لاک، کانٹ یا کسی اور کا۔ دوسروں کا زور چلے گا تو وہ اپنے نظریہ پر ’’سٹیٹ‘‘ کھڑا کریں گے۔ اور یہ عمل سدا جاری رہے گا۔ یہ اکھاڑپچھاڑ انسانی تاریخ میں برابر چلے گی۔ اصل کہانی یہی ہے۔ تاہم یہ مزید دلچسپ ہوجاتی ہے کہ: انسان کو ایک حق پرست طبیعت بھی عطا ہوئی ہے جو جبرِ محض کو قبول نہیں کرتی۔ لہٰذا ہر ریاست کو اسی ’’جبر‘‘ کا سہارا لیتے ہوئے اذہان پر عمل کرنا اور تمام امکانات کو بروئےکار لاکر عقول میں یہ بٹھانا ہوتا ہے کہ یہ کسی حق کے زور پر قائم ہے۔ یعنی ’’جبر‘‘ کے ساتھ ساتھ ’’عقول میں نقب‘‘ لگنے کے امکانات بھی ہمیشہ ہوں گے۔ بلکہ اصل ’’جبر‘‘ یہی ہے۔ پس تمام تر مسئلہ اس بات پر منحصر ہے کہ آپ کے کالج اور یونیورسٹیاں یہاں کس نظریے کا جبر پڑھاتی ہیں۔ آپ کی ابلاغیات یہاں کس دواساز کی تیارکردہ خوراکیں دماغوں میں انڈیلتی ہیں۔ اور آپ کے شعبہ ہائے حیات یہاں کے **عام آدمی** کو ’زندگی کی دوڑ‘ میں حصہ لینے کےلیے کونسا راستہ کھول کر دیتے ہیں۔ ایک بڑی خلقت اِس جہان میں ہمیشہ ایسی ملےگی جو ہر نظریۂ قائمہ prevailing thesis کے فرمائے کو مستند جانے!

فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهُ فَأَطَاعُوهُ ۚ إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا فَاسِقِينَ (الزخرف: 54)

فرعون نے اپنی قوم کی عقل مار دی؛ اور وہ اس کے پیچھے لگ گئے۔ دراصل وہ تھے ہی بدکار لوگ۔

یہ وجہ ہے کہ ایک غالب نظریہ اپنی آدھی بات بھی کرے تو لوگ اس پر سر دھنتے ہیں گویا واقعتاً اُس کی ’دلیل‘ سے گھائل ہو گئے! جبکہ وہ نظریہ جس میں ’سٹیٹس کو‘ کا عفریت نہ بول رہا ہو کم ہی کسی کو اپنا مدعا سمجھا پاتا ہے۔

پس **اصل ’’پائیدار‘‘ جبر دنیا میں وہ ہے جس کا میدان عقول ہوں...** اور **جس کے ہتھکنڈے کالج، یونیورسٹیاں، اعلیٰ تحقیقاتی ادارے، دماغوں کو ’ٹیون‘ tune کرنے والے آلاتِ ابلاغ اور ادبیات** ہوں۔ ’’ریاست‘‘ کی اصل قوت اور درازیِ عمر سمجھواسی میں پنہاں ہے۔

غرض ایک غالب تہذیب جس چیز کو اپنے تئیں دلیل کہتی ہے، اور اُس کے دماغوں پر حاوی ہونے کے باعث دنیا بھی اس کو ’دلیل‘ مانتی اور ’دلیل‘ سمجھ کر پھیلاتی ہے... ذرا غور کرنے سے آپ پر کھلتا ہے کہ وہ ’’دلیل‘‘ نہیں محض ایک ’’دعویٰ‘‘ ہے۔

نرا ایک دعویٰ... خصوصاً ’’جبر‘‘ کے موضوع پر اپنا جواز ثابت کرنے میں۔ نیز اس جبر کی حدود و قیود نشان زد کرنے میں۔

وجہ یہ کہ ’’جبر‘‘ درحقیقت ’’خدائی‘‘ کا ایک مظہر ہے؛ اور انسان سراسر بندے؛ نہ ان میں سے کوئی ایک دوسرے پر خدا بن سکتا ہے اور نہ یہ سب مل کر خدا ہو سکتے ہیں۔ جب یہ بندے ہیں تو اِن کے ہاتھوں جاری ہونے کےلیے کسی بھی ’’جبر‘‘ کو خدا کی جانب سے آئی ہوئی کوئی واضح سند درکار ہوگی؛ جوکہ اُس کی شریعت ہی ہو سکتی ہے؛ کہ ایسی ذلت[[2]](#footnote-2) خالق ہی اپنی مخلوق پر مسلط فرما سکتا ہے؛ اور ذلت ہی اصل عبادت۔ پس جس طرح خدائے برحق کے سوا ہر کسی کی خدائی جھوٹی ہے اسی طرح خدا کی شریعت کے سوا انسان کو اپنا subject ٹھہرانے والی ہر اتھارٹی ایک باطل دعویٰ ہے۔ پھر خاص طور پر جب یہ اتھارٹی محض انتظامی نہ ہو بلکہ تشکیلی ہو۔[[3]](#footnote-3) یعنی **انسانی شعور کی باقاعدہ تشکیل کرنے** اور اس کے نتیجے میں **سوسائٹی کو باقاعدہ ایک ساخت دینے** تک جاتی ہو، نہ کہ معاشرے کے انصرام تک محدود رہتی ہو۔

آنے والی چند فصول میں اس دھونس کی کہانی بیان کی جاتی ہے۔

(زیرتالیف: ’’ابن تیمیہ کی خلافت و ملوکیت پر تعلیقات‘‘، فصل ’’ریاست ایک جبر یا دھونس‘‘؟ شائع ایقاظ، اپریل 2014)

**’’جبر‘‘ اگر ’’حق‘‘ پر ہے تو عدل، ورنہ ظلم۔ ’’حق‘‘ جس کے تعین پر انسانی جماعتوں میں معرکۂ آراء ہے۔ یہ معرکۂ آراء قیامت تک ہے؛ اسلام اسے اُس ’’اختلاف‘‘ سے بدلتا ہے جو ایک ’’فیصلہ کردینے والی بات‘‘ اور ’کبھی فیصلہ نہ کر پانے والی باتوں‘ کے مابین ہے۔**

1. کیونکہ آراء کا فیصلہ اِس دنیا میں فی الواقع ممکن نہیں ہے؛ ’’آراء‘‘ کا فیصلہ ’’آراء‘‘ سے ہی کیا جائے گا تو یہ ایک غیر اختتام پذیر عمل ہوگا۔ لامحالہ یہ فیصلہ ’’آراء‘‘ سے نکل کر ہو گا۔

   اس کے تعلق سے مزید دیکھئے اس کتابچہ کی فصل ’’کتاب سے سوسائٹی‘‘ حاشیہ 4 [↑](#footnote-ref-1)
2. ایک خطہ میں پائے جانے والے بنی آدم کو باقاعدہ “subject” قرار دینا (جدید ریاست کی باقاعدہ اصطلاح)۔ ہو بھی کیوں نہ جب ریاست ان کی جان، مال، عزتوں آبروؤں ہر چیز کے اندر متصرف ہے اور ان کے ذہنوں کی تشکیل اور ان کےلیے خیر و شر کے پیمانے تک صادر کرنے کی مجاز! [↑](#footnote-ref-2)
3. نظم یا جبر کے حوالے سے ’’انتظامی‘‘ اور ’’تشکیلی‘‘ کا فرق پیچھے گزر چکا۔ [↑](#footnote-ref-3)